انسانی اخلاقی اقدار اور فکرِ اقبال

ڈاکٹر محمد یوسف اعوان اسسٹنٹ پروفیسریونیورسٹی آف لاہور پاکپتن کیمپس

انسانی عظمت کی بنیاد اعلیٰ اخلاقی اقدار ہیں۔اخلاقی اقدار انسانی زندگی کے جملہ پہلوؤں (معاشی ،معاشرتی ،سماجی ،سیاسی اور مذہبی) پر اثر انداز ہوتی ہیں۔اقوامِ عالم اس وقت بدامنی ،بے چینی ،بے سکونی اور عدم تحفظ کا شکار ہیں۔اس کی بنیادی وجہ اخلاقی انحطاط ہے۔قبل اس کے کہ اقوامِ عالم کسی بڑے حادثے کا شکار ہو جائیں۔ہمیں اخلاقی انحطاط کے تدارک پر توجہ دینی ہوگی۔

اقبال عالمگیریت کے حامی ہیں۔امن و آشتی پر یقین رکھتے ہیں فکر اقبال اعلی انسانی اقدار کے تعین کرنے میں ہماری مدد کرتی ہے ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ فکر اقبال سے استفادہ کیا جائے۔یہ آرٹیکل ۔ " انسانی اخلاقی اقدار اور فکر اقبال "کو واضح کرنے کی ایک کاوش ہے۔

کرۂ ارض اس وقت بے یقینی ،بے چینی ،بے سکونی اور عدم تحفظ کا شکارہے۔انسانیت خود انسان کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوئے جا رہی ہے ۔اصلاح احوال کی کوئی کاوش کارگر ثابت نہیں ہو رہی ۔مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق انسانیت بیچ چوراہے کے بے یارومددگار کھڑی محو حیرت ہے کہ اس کے مستقبل کا کیا ہو گا ؟

جدید ترین ذرائع آمدورفت اور آلات ِ رابطہ (کمیونیکیشن سسٹم) کے باعث دنیا آئے روز سکڑتی جا رہی ہے۔" گلوبل ولیج "کا تصور فروغ پا رہا ہے۔مختلف براعظموں کے افراد کاایک دن میں ایک میزاکھٹا ہونا ممکن ہو گیا ہے۔ویڈیو لنک کے ذریعے دنیا بھر سے رابطہ چند لمحوں میں ممکن ہے۔ماضی میں اس قدر جلد رابطہ پڑوسی سے بھی ممکن نہ تھا

دورِ حاضر میں جتنی تیزی سے ترقی ہورہی ہے اس سے زیادہ سرعت سے بد امنی کا جِن بے قابو ہوا جا رہا ہے۔جس کی بنیادی وجہ اخلاقی انحطاط ہے۔ماضی میں قومیں ایک دوسرے پر بزورِ شمشیر غلبہ حاصل کر لیتی تھیں۔غالب قوم مغلوب قوم کے وسائل پر قبضہ جما لیتی اور جب تک اس کی عصبیت کمزور نہ ہوتی مقتدر رہتی۔دورِ حاضر گلوبلائزیشن (عالمگیریت) کا دور ہے ۔ قوموں کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔اب یہ ممکن نہیں کہ مغلوب قوم غلام بن جائے۔برسوں اپنی آزادی کے لیے آواز بلند نہ کرے اور کوئی دوسری قوم اس کی مدد کو نہ آئے۔مہم جوئی کے باعث سویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا۔امریکہ معاشی بدحالی کے ساتھ ساتھ عدم تحفظ کا بھی شکار ہو گیا۔آج امریکن خود امریکہ کے اندر بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔اسرائیل کو اپنے قیام سے آج تک حقیقی امن نصیب نہیں ہوا۔

آج دنیا بھر میں مفادات کی جنگ ہو رہی ہے ۔عقل کی حکمرانی ہے ، حرص وہوس کی آندھیاں چل رہی ہیں۔قتل و غارت گری ہو رہی ہے اور عالمی ضمیر سو رہا ہے۔موجودہ صورتحال کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ سارا زورسائنسی تعلیم پر دیا جا رہا ہے اور اخلاقیات کی تعلیم بے توجہی کا شکار ہے۔گویا یہ سب کچھ غیر متوازن فکر کی بنیاد پر ہو رہا ہے اگر یہی صورتحال یونہی برقرار رہی تو خدشہ ہے کہ اقوامِ عالم کسی بڑے حادثے کا شکار نہ ہو جائیں۔

اقبال عقلِ محض کو برا نہیں گردانتے تاہم ان کے نزدیک عقل محض نے انسان کو بہت متاثر کیا ہے۔اگر انسان کا مقصد کامیاب زندگی (پر امن ،خوشحال اور باوقار) گزارنا ہے تو پھر اسے جنوں (عشقِ حقیقی) یعنی سچے جزبے سے کام لینا ہو گا۔آپ لکھتے ہیں :

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ

کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک

انسان فطری طور پر انتہا پسند واقع ہوا ہے اس وقت اس پر مادی ترقی کا بھوت سوار ہے اور وہ ترقی کے جوش میں ہوش کو کھو بیٹھا ہے یہی وجہ ہے کہ اخلاقی تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے مروت کے جزبات کو کچل دیا ہے۔اس صورتحال کو اقبال نے یوں واضح کیا ہے

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت

احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

جذبہ مروت کے قتل کے بعد اس ماڈرن دور میں حیاتِ انسانی کاجو نظام تشکیل پایا ہے اس سے انسانی نظامِ اخلاق میں بعض منفی

اقدار نے جنم لیا ہے۔اس صورتحال کو اقبال کچھ اس طرح سے واضح کرتے ہیں۔

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا

رقابت ، خود فروشی ، ناشکیبائی ، ہوسناکی

جدید تہذیب کا ظہور فرنگ میں ہوا تو انسانیت اس کی چمک سے مرعوب ہو گئی۔اقبال اس تہذیب کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی

یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

مجھے تہذیبِ حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی

کہ ظاہر میں توآزادی ہے باطن میں گرفتاری

اقبال کو عقل ِ محض کی بدولت فقط مادیت کی بنیادپر پروان چڑھنے والی اس تہذیب کا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔ آپ اہل َ فرنگ کو اس حقیت سے یوں آگاہ کرتے ہیں :

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخ ِنازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا

جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے

انسان کی فکری نہج کا تعین تعلیمی مدارس کرتے ہیں جدید تہذیب میں جن مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے بظاہر ا ن مدارس نے انسان کو فکری آزادی فراہم کی ہے تاہم یہ ادارے انسانیت کو کوئی مربوط نظام اخلاق دینے سے قاصر ہیں۔آ پ لکھتے ہیں :

مدرسہ عقل کو آزاد توکرتا ہے مگر

چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام

اقبال کے نزدیک روحانی اور عقلی تعلیم دونوں لازم و ملزوم ہیں۔محض عقل کی بنیاد پر قائم کردہ نظام فکرالجھاو تو پیدا کرتا ہے جامع تعلیمات دینے سے عاجز ہے۔آپ اس صورتحال پہ یوں تبصرہ کرتے ہیں :

اپنی حکمت کے پیچ و خم میں الجھا ایسا

آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا

جس نے سورج کی شعاوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

شاعر جہاں مغربی اقدار پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہاں مشرقی اقدار سے بھی نالاں ہیں۔اس ضمن آپ میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح سے کرتے ہیں :

ضمیر مغرب ہے تاجرانہ ، ضمیر مشرق ہے راہبانہ

وہاں دگر گوں ہے لحظہ لحظہ یہاں بدلتا نہیں زمانہ

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آپ کے نزدیک مذکورہ بالا منفی اقدار کی حامل اقوام انسانیت کو امن و شانتی دینے کا عزم لے کر بالعموم ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا ہوتی ہیں۔ان کا مقصود وحدتِ آدم نہیں بلکہ اپنے مفادات کا تحفظ ہے۔وسعتِ نظر کا فقدان ان کی کامیابی کے راستے میں حائل ہے ۔اقبال کے الفاظ میں :

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام

پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدتِ آدم

اقبال انسانیت کی بقا اور فلاح کے لیے مربوط نظامِ فکر رکھنے کا دعوٰی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

عالم ِنوع ہے ابھی پردہ تقدیر میں

مری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب

اقبال کے نظامِ فکر میں فرد اور قوم دونوں کو اہمیت حاصل ہے ہر دو کے اعمال و افعال ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں۔ان کی فلاح اور بقا کا انحصار بھی ایک دوسرے پر ہے۔بقولِ اقبال

افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے

کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو کبھی معاف

شاعر کے نزدیک وقت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے مقام کو پہچانے اور ایک دوسرے کا احترام کرے۔ احترام باہمی ہی وہ اعلیٰ اخلاقی قدر ہے جس کی بنیاد پر گلوبل ویلج میں امن و آشتی کا قیام ممکن ہے۔

آدمیت ،احترامِ آدمی باخبر شو از مقامِ آدمی

احترامِ باہمی کی بنیاد محبت پر ہے گویا محبت ہی وہ اخلاقی قدر ہے جس کے باعث انسان ،انسانیت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دے کر روحانی مسرت حاصل کرتا ہے۔آپ کے نزدیک انسانوں میں محبت کے فطری جزبات کو ابھار کر ہی عالمگیریت کے خواب کو شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اقبال محبت کے اوصاف پر کچھ اس طرح سے روشنی ڈالتے ہیں :

شراب روح پرور ہے محبت نوع انسان کی

سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا

محبت ہی سے پائی ہے شفاء قوموں نے

کیا ہے اپنے بختِ خفیہ کو بیدار قوموں نے

جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں

غلامی ہے اسیرِ امتیاز ما و تو رہنا

رزق کا حصول انسانی بقا کے لیے ضروری ہے۔ انسان فطرتاً حریص واقع ہوا ہے وہ بالعموم قناعت نہیں کرتا۔ حرص و ہوس کے لیے اخلاقی اقدار کو پامال کرتا ہے جس کے باعث انسانیت کا امن تہہ و بالا ہوتا رہتا ہے۔

کرہ ارض میں وسیع و عریض اراضی ویران پڑی ہے۔ جسے قابلِ کاشت بنانا ہے۔ آئے روز زمیں میں دفن خزانے دریافت ہو رہے ہیں نت نئی ایجادات ہو رہی ہیں۔ اگر انسان اپنی تمام تر صلاحیتیں اور سرمایہ ان وسائل سے استفادہ حاصل کرنے پر لگائے تو انسانیت کو تباہی و بربادی سے بہت حد بچایا جا سکتا ہے۔اخلاقی اقدار کی پیروی کرتے ہوئے رزقِ حلال بھی کمایا جا سکتا ہے۔ چھینا جھپٹی تو پرندوں کی خصلت ہے۔ آپ فرماتے ہیں :

جہاں او ر بھی ہیں ابھی بے نمود

کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود

اے طائر لا ہوتی ! اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انسان کو

اخوت کا بیاں ہو جا ، محبت کی زباں ہو جا

گویا اقبال کے نزدیک خدا کی نعمتوں سے استفادہ کرنا اور رزقِ حلال کمانااعلی اخلاقی اقدار ہیں جن کو فروغ دینا انسانیت کے امن کے لیے بے حد ضروری ہے۔

حق تعالٰی نے انسان کو شعور کی نعمت سے نوازا ہے۔وہ اس کی بدولت اخلاقی اقدار کی پاسداری اور پامالی ہر دو امور سر انجام دے سکتا ہے۔ اقبال انسان کو اعلیٰ اخلاقی اقدار پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ان کی خواہش ہے کہ انسانیت کا باہمی اعتماد بحال ہو۔ قبل اس کے کہ حرص و ہوس کے باعث انسانیت کو نقصان پہنچے۔ کوشش کی جائے کہ اخوت و محبت کے جزبات پروان چڑھیں اور انسان ایک دوسرے کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوام عالم حکومتی اور نجی سطح پر اپنے تعلیمی اور تربیتی نظام میں مذکورہ بالا اخلاقی اقدار کو اپنی نئی نسل میں پروان چڑھانا اپنا مقصدِ اولین قرار دے دیں تو توقع ہے کہ ان اداروں سے فارغ التحصیل طلباوطالبات انسانیت کے لیے رول ماڈل کا کردار ادا کریں گے۔ان کے افکار و اعمال سے انسانیت کا ایک بڑاطبقہ ان کا ہم نو ا بن سکتا ہے۔ دکھی انسانیت کے لیے ہونے والا کام فزوں تر ہو سکتا ہے۔ بین الاقوامی موثر میڈیا مہم کے باعث اخلاقی دباو اس قدر بڑھ جانے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے کہ جارح حکومتیں جارحیت کے ارتکاب کی جراء ت نہ کر پائیں اور موجودہ بین الاقوامی مسائل کو مفادات کی بجائے اخلاقی پیمانوں سے حل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔اور انسانیت کو مکمل تباہی سے بچایا جا سکے۔

بالغرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ افکارِ اقبال کی بنیاد پر عالمگیر امن کا حصول ہنوز دیوانے کا خواب ہے تو بجا سہی۔ تاہم اگر انسانیت مثبت سمت قدم بڑھانا شروع کردے اور راستے کے کچھ خار ہی کم ہونا شروع ہو جائیں تو یہ بھی کیا کم ہے۔